فقر و فاقہ اور اس کا اسلامی حل

شیخ یوسف القرضاوی ـــــ ترجمہ و تلخیص: عبدالحمید صدیقی

فقر و فاقہ کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر فقر و فاقہ اور مفلسی کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ مختلف گروہوں نے اس معاملہ میں کیا موقف اختیار کیے ہیں۔ سطور ذیل میں ہم انہیں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

ترک دنیا کے قائلین ان میں سے ایک گروہ تارک الدنیا لوگوں کا ہے جن کا خیال یہ ہے کہ فقر و فاقہ کوئی ایسی برائی نہیں جس سے پیچھا چھڑانے کی فکر کی جائے اور نہ یہ کوئی ایسا مسئلہ ہے جو حل طلب ہو بلکہ یہ ایک نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو نوازتا ہے تاکہ آخرت کا تصور اُن کے دل پر ہمیشہ نقش رہے اور وہ دنیا سے بے تعلق ہو کر یاد الٰہی میں منہمک رہیں۔ اس کے برعکس خوشحالی اور دولت مندی ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ اس گروہ میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دنیا سراپا فتنہ و فساد ہے اور خیر اسی میں ہے کہ یہ جلد از جلد ختم ہو جائے یا کم از کم اس دنیا میں انسان کی مدتِ قیام بالکل مختصر ہو جائے۔ لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے مرغوبات سے صرف اتنا ہی فائدہ اٹھایا جائے کہ انسان پر عرصۂ حیات تنگ نہ ہو۔

بُت پرستانہ مذاہب اور بعض بگڑے ہوئے آسمانی مذاہب میں بھی عُسرت و تنگدستی کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے کیونکہ یہ جسمانی ایذا کا ایک ذریعہ ہے اور جسمانی ایذا روحانی ارتقاء کا ایک وسیلہ ہے۔ ایسے خیالات مسلمان صوفیوں کے بعض گروہوں میں اس وقت رائج ہوئے جب اسلامی ثقافت میں اجنبی ثقافتوں کی ملاوٹ ہو گئی۔ اس طرح سے مذاہب کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ فقر و فاقہ کو دیکھ کر کہو اے نیکو کاروں کے شعار!

مرحبا!! اور دولت مندی و امارت کو دیکھ کر کہو: یہ ایک گناہ ہے جس کی سزا جلد ہی مل جائے گی۔"

فقر و فاقہ کے متعلق یہ نقطۂ نظر جن لوگوں کا ہے اُن سے یہ توقع رکھنا بالکل فضول ہے کہ وہ فقر و فاقہ کے مسئلے کا کوئی حل پیش کریں گے۔ درآنحالیکہ وہ فقر و فاقہ کو سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھتے

جبریہ

دوسرا گروہ جبریوں کا ہے جو کہتا ہے کہ فقیر کی عسرت و تنگ دستی اور دولتمند کی ثروت و خوشحالی میں اللہ کی مشیئت کارفرما ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو دولتمند کر دیتا۔ لیکن وہ کسی کو رزقِ فراواں دیتا ہے تو کسی کو بالکل کم تاکہ وہ اس طرح لوگوں کو آزمائے۔ اِس قضائے الٰہی اور حکمِ ربی کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ یہ لوگ عسرت و تنگدستی کا جو علاج پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ فقراء و مساکین کو راضی برضا رہنے، مصیبت پر صبر کرنے اور اللہ نے جو کچھ بھی انہیں دیا ہے اُسی پر قناعت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جس کو فنا نہیں اور ایسی دولت ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ قناعت کا مفہوم اُن کے نزدیک ہر حال میں راضی برضا رہنا ہے۔ مگر یہ گروہ مال داروں سے کوئی تعرض نہیں کرتا کہ اُن کو بھی کوئی وعظ و تلقین کرے۔ وہ تو صرف فقراء و مساکین کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی جو تقسیم کی ہے اس پر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نہیں دیا ہے اس سے بڑھ کر نہ کچھ مانگو اور نہ اپنی حالتِ فقر و مسکنت کو بدلنے کی کوشش کرو۔

انفرادی احسان کے قائلین

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انفرادی احسان کے قائل ہیں۔ یہ فقر و عسرت کو ایک حل طلب مسئلہ سمجھتے ہیں اور صرف فقراء و مساکین ہی کو صبر و رضا اور قناعت کی تلقین نہیں کرتے بلکہ اہلِ ثروت کو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین اجر و ثواب کا وعدہ سنا کر فقراء و مساکین پر اپنے مالوں سے صدقہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ نیز غرباء و فقراء سے بے مہری کا سلوک کرنے والوں کو بُرے انجام اور عذابِ دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ مگر فقر و عسرت کے مسئلے کے اس حل میں دولت کی کوئی مقدار معین نہیں ہے جو دولتمندوں پر واجب ہو کہ وہ فقراء و مساکین کو ادا کریں، نہ اس میں فقراء کی اعانت سے پہلو تہی کرنے والوں کے لیے کوئی خاص سزا مقرر ہے اور نہ کوئی ایسے قواعد و ضوابط ہیں جو اس بات کی ضمانت دیں کہ اس قسم کی امداد مستحقین تک پہنچ جائے۔ بلکہ سارا اعتماد

مومنین اور محسنین کی محض رضا پر کیا گیا ہے جو اللہ کی طرف سے ثواب کی اُمید رکھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہوں۔ فقر و عُسرت کو دُور کرنے کے لیے انفرادی احسان کا یہ نظریہ قرونِ وسطیٰ میں رائج تھا۔

سرمایہ داروں کا نقطۂ نظر | چوتھا گروہ سرمایہ داروں کا ہے جو کہتے ہیں کہ فقر و فاقہ زندگی کی برائیوں میں سے ایک بُرائی اور مسائلِ حیات میں سے ایک اہم مسئلہ تو ضرور ہے مگر اس بُرائی کے ذمہ دار یا تو خود نادار لوگ ہیں یا پھر تقدیرِ الٰہی۔ سوسائٹی یا حکومت اس کی ذمہ دار نہیں۔ ہر شخص اپنی ذات کا خود کفیل ہے اور ہر ایک اپنے مال کو خرچ کرنے میں بالکل آزاد۔ کسی کو محنت و کوشش کر کے مالدار بن جانے سے کوئی نہیں روکتا۔ حصولِ زر کی اس دَوڑ میں جو پیچھے رہ جائے، سوسائٹی اس کی بالکل ذمہ دار نہیں ہے اور دولت مند لوگ اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ اس کی مدد کریں۔ ہاں اگر وہ ازراہِ مہربانی و شفقت یا کسی مصلحت کی بنا پر یا آخرت کو مانتے ہوں تو اس کے ثواب کی خاطر غریب کی مدد کریں تو اُن کی مرضی۔ یہ خالص سرمایہ دارانہ نظریہ تھا جسے آزاد معیشت کے فلسفے نے جنم دیا اور یورپ میں اسے قبولِ عام حاصل ہوا۔ مغربی معاشرے میں اس سرمایہ داری نے خود غرضی، انانیت، بے رحمی اور کمزور کے استحصال کو حد سے بڑھا دیا جس کی وجہ سے عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو مجبور ہو کر نہایت قلیل اُجرت پر مزدوری کرنے کے لیے نکل کھڑا ہونا پڑا تاکہ وہ جنگل کے اس معاشرے میں فنا ہو کر نہ رہ جائیں۔ پھر جب مختلف انقلابات اور دو عالمگیر جنگوں سے حالات کچھ تبدیل ہوئے اور اشتراکی افکار و نظریات نے زور پکڑا تو ظالم و جابر سرمایہ داری اپنے موقف میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے مجبور ہو گئی اور اُس نے ناداروں اور محتاجوں کے حق کو تسلیم کرنا شروع کر دیا جو رفتہ رفتہ حکومت اور مختلف قوانین کی مداخلت سے اب اُس حد تک پہنچا ہے جسے "اجتماعی انشورنس" اور "اجتماعی تحفظ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اشتراکیت | پانچویں گروہ یعنی مارکسی اشتراکیت کے علمبرداروں کا خیال ہے کہ فقر و محتاجی کا خاتمہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دولتمند طبقے کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے اور اُن کے مال و دولت کو ضبط کر لیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سوسائٹی میں مختلف طبقوں کو دولتمند طبقے کے خلاف بھڑکانا اور اُن کے دلوں میں سرمایہ داروں کے خلاف حسد اور کینے کا بیج بونا اور طبقاتی کشمکش کو ہوا دینا بہت ضروری ہے

تاکہ مزدوروں کا طبقہ جسے "پرولتاری" کہا جاتا ہے، غالب آ جائے۔ اس نظریہ کے علمبردار دولتمند طبقے کے خاتمے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ "ذاتی ملکیت" کے بھی خلاف ہیں اور پیدائش دولت کے سب ذرائع مثلاً زمین، کارخانے اور مشینوں وغیرہ کو حکومت کی تحویل میں دے دینے کے حامی ہیں کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں میں اگرچہ بعض اختلافات ہیں، مگر "ذاتی ملکیت" کو سب برائیوں کا منبع سمجھنے اور اس کے خلاف کھڑے ہو جانے میں سب ایک ہیں۔ بعض اس کے خلاف نبرد آزما ہونے میں جمہوری طریقے اختیار کرنے کے قائل ہیں اور بعض تشدد کے ذریعے۔ جارج بارگن اور پیر رامبیر اپنی کتاب "یہ ہے اشتراکیت" میں رقم طراز ہیں کہ بعض اشتراکیوں کا خیال ہے کہ اشتراکیت فرد کی آزادی و احترام آدمی سے عبارت ہے، جبکہ کچھ دوسرے لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اشتراکیت کا معنیٰ یہ ہے کہ قوم کے سارے وسائل پیداوار پر قبضہ کر کے مزدور طبقہ کی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ میکسیم لوروا اپنی کتاب "فرانسیسی اشتراکیت کے علم بردار" میں کہتا ہے کہ اشتراکیت کی کئی قسمیں ہیں۔ بالوف کی اشتراکیت پرودون کی اشتراکیت سے کافی مختلف ہے۔ سان سیمون اور پراڈون کے اشتراکی ڈھانچے بلانکے کی اشتراکیت سے نمایاں طور پر مختلف ہیں۔ اور یہ سارے تصورات لوئس بلان، فیودباخ اور بیکر وغیرہ کے افکار سے ہم آہنگ نہیں۔ غرض اشتراکیوں کے ان فرقوں کے درمیان شدید ترین اختلافات موجود ہیں لیکن وہ قدرِ مشترک جو ان سب اشتراکی ڈھانچوں میں پائی جاتی ہے اور وہ واحد مقصد جو ان سب کو منظم کر کے ایک دوسرے کے قریب کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ ذاتی ملکیت کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے جو معاشرے میں ہر قسم کے ظلم و جبر کو جنم دیتی ہے۔

اشتراکیت اور کمیونزم میں بالکل معمولی فرق ہے۔ دونوں کی بنیاد زندگی کے بارے میں انسان کا مادی نقطۂ نظر ہے۔ دونوں مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کو معاشرے سے الگ تھلگ رکھنے کے حامی ہیں۔ دونوں لادینی ریاست کے قیام کے داعی ہیں۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دونوں تشدد اور خون ریزی کو جائز سمجھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ دونوں حالات کو تبدیل کرنے کے لیے پرامن ذرائع اختیار نہیں کرتے بلکہ زور زبردستی سے اس مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔

اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام فقر و فاقہ کے بارے میں تارک الدنیا لوگوں کے نقطۂ نظر کی صاف تردید کرتا ہے۔ قرآن کی ایک آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی ایک بھی صحیح حدیث اُن کے نقطۂ نظر کی تائید نہیں کرتی۔ دنیا سے بے رغبتی کی تعریف میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں انہیں فقر و فاقہ کے قابلِ تعریف ہونے کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ زہد و بے رغبتی اُس چیز کی ملکیت کی مقتضی ہے جس سے بے رغبتی ظاہر کی جاتی ہے۔ اور زاہد دراصل وہ ہے جو دنیاوی مال و جاہ رکھتا ہو مگر اس مال و جاہ کی محبت سے اس کا دل بالکل خالی ہو۔ اسلام دولتمندی کو بشرطیکہ وہ حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیتا ہے جس پر اللہ کا شکر کرنا واجب ہے۔ اور فقر و فاقہ کو ایک ایسی مصیبت کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ پھر معاشرے سے اس کو دُور کرنے کے لیے وہ مختلف طریقے بتاتا ہے۔

بہتر ہو گا اگر ہم یہاں ذکر کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا کو بھی دولت مند کر کے احسان فرمایا تھا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں وارد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔ (اُس اللہ نے آپ کو تنگ دست پایا پھر آپ کو غنی کر دیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے نعم المال الصالح للمرء الصالح۔ (بہترین صالح مال وہ ہے جو کسی صالح آدمی کے پاس ہو)۔ احادیثِ نبوی میں فقر و فاقہ کو ایک بہت بڑی آفت سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بُرے اثرات سے فرد، سوسائٹی، عقیدہ و ایمان، اخلاق و کردار، اور فکر و ثقافت وغیرہ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ بلاشبہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی انسان کے عقیدہ و ایمان کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے، خاص طور پر وہ تنگ دستی جس کے پہلو بہ پہلو بعض لوگ بے حد مالدار ہوں اور بے چارہ غریب و تنگ دست تو محنت و مزدوری کر رہا ہو اور سرمایہ دار بیکار بیٹھا ہو۔ ایسے حالات میں فقر و فاقہ انسان کو کائنات کی خدائی تنظیم کی حکمت کے بارے میں اور دولت کی خدائی تقسیم کے مبنی بر انصاف ہونے کے بارے میں شک و شبہ میں ڈال دیتا ہے۔

فقر و فاقہ کے پیدا کردہ انحرافِ عقیدہ و ایمان کے پیشِ نظر ہی بعض بزرگوں نے کہا ہے۔

"جب فقر و فاقہ کسی علاقے کا رُخ کرتا ہے تو کفر اس سے کہتا ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چل" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے "قریب ہے کہ غریبی اور فاقہ کشی کفر بن جائے" آپؐ کی یہ دعائیں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ انتہائی تنگ دستی واقعی کفر و ضلالت کی طرف لے جا سکتی ہے؛

(۱) اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر۔ — اے اللہ! میں کفر اور فقر و فاقہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۲) اللھم انی اعوذبک من الفقر والقلۃ والذلۃ (ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ) — اے اللہ! میں فقر و فاقہ، قلت اور ذلّت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

فقر و فاقہ اخلاق و کردار کے لیے بھی کچھ کم خطرناک نہیں۔ کسی غریب اور تنگ دست کو اس کی بدحالی اور محرومی بعض دینی اور دنیاوی معاملات میں غیر شریفانہ اور اخلاق سے گرا ہوا رویّہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ معدے کی آواز ضمیر کی آواز سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس سے بھی زیادہ بُری بات یہ ہے کہ یہ حرماں نصیبی خود اخلاقی اقدار کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے غریب و تنگ دست پر اس کی غربت و تنگ دستی کے دباؤ کی شدت اور اس کے کردار پر اس کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

خذوا العطاء ما دام عطاءً، فاذا صار رشوۃ علی الدین فلا تاخذوہ ولستم بتارکیہ تمنعکم الحاجۃ والفقر۔ — عطیہ جب تک عطیہ رہے تو لے لو اور جب وہ دین کے خلاف رشوت بن جائے تو ہرگز نہ لو، مگر تم اسے چھوڑتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ حاجت اور تنگ دستی تمھیں اس کے چھوڑنے سے روکتی ہے۔

ایک قرضدار پر اس کا قرض اخلاقی اعتبار سے کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟ اس ضمن میں آپؐ کا ارشاد ہے "جب کوئی شخص قرض لیتا ہے تو وہ بات کرنے میں جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے" آپؐ کا یہ ارشاد اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فقر و غنا اور اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ رذیلہ میں کیا تعلق ہے۔ کہ ایک شخص نے رات کے وقت صدقہ کیا، اتفاق سے وہ صدقہ ایک چور پر ہو گیا۔ لوگ

اس بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ پھر اس شخص نے ایک عورت پر صدقہ کیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ عورت زنا کار نکلی۔ لوگ اس بارے میں پھر چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اس شخص نے آج رات ایک زناکار عورت پر صدقہ کیا ہے۔ صدقہ کرنے والے کو ایک رات خواب میں ایک شخص نے کہا "تم نے چور پر جو صدقہ کیا ہے، ہو سکتا ہے وہ اُسے چوری سے روک دے، اور جو صدقہ تم نے ایک زانیہ پر کر دیا ہے، ہو سکتا ہے وہ اُس عورت کو زنا سے روک دے"۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مال آ جانے سے ایک چور چوری سے رُک سکتا ہے اور ایک زانیہ عورت زنا سے باز رہ سکتی ہے۔

انسان کے عقیدہ و ایمان اور اخلاق و کردار کے علاوہ فقر و فاقہ انسان کے فکر و فہم کے لیے بھی خطرناک ہے۔ ایک تنگ دست آدمی جسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے ضروریاتِ زندگی میسر نہیں کس طرح کوئی گہری بات سوچ سکتا ہے؟ امام محمد بن حسن شیبانی کے متعلق روایت ہے کہ ایک روز اُن کی ملازمہ نے انہیں کسی علمی مجلس میں اطلاع دی کہ "گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے"۔ آپ نے اُسے فرمایا: "اللہ تجھے غارت کرے۔ تو نے میرے دماغ سے فقہ کے چالیس مسائل ضائع کر دیئے"۔ امام اعظم سے بھی روایت ہے کہ جس کے گھر میں آٹا نہ ہو اس سے مت مشورہ طلب کرو"۔ کیونکہ وہ شخص پریشان فکر ہوتا ہے اس کا فیصلہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ نفسیات اس بات کی تصدیق یوں کرتی ہے کہ کوئی شدید جذبہ انسان کی سلامتیٔ فکر اور صحتِ رائے پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی وارد ہے کہ "قاضی جب غم و غصّہ کی حالت میں ہو تو وہ ہرگز کوئی فیصلہ نہ کرے"۔ اس حدیث پر قیاس کر کے فقہاء نے بھوک اور پیاس کی شدت کو بھی اسی ذیل میں شامل کیا ہے۔

فقر و تنگ دستی عائلی زندگی کے لیے بھی کئی پہلو سے خطرناک ہے۔ عائلی زندگی کی تشکیل میں فقر و فاقہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے جو نکاح اور مہر اور نان نفقہ کی ذمہ داریوں میں بسا اوقات حائل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے تنگ دست اور فاقہ مست نوجوانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صبر اور پاکیزگی کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں حتیٰ کہ وہ معاشی طور پر ٹھیک ہو جائیں وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (النور: ۳۳) "اور بچتے رہنا چاہیے اُن کو

جو نہیں پاتے سامان نکاح کا یہاں تک کہ غنی کر دے اللہ اُن کو اپنے فضل سے"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نوجوان لڑکیاں اور اُن کے اولیا کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرنے سے گریز کرتے ہیں جو بدحال اور کم مال ہو۔ یہ ایک پرانی بیماری ہے جس کا قرآن نے نوٹس لیا ہے اور والدین کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے رشتے تلاش کرنے میں اپنے معیار کو بدلیں۔ اور صرف مالداری کے بجائے خیر و صلاح بنیاد قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (النور: ۳۲)	اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے میں سے اور نیک غلاموں اور کنیزوں کا۔ اگر وہ ہوں گے محتاج تو غنی کر دے گا ان کو اللہ اپنے فضل سے اور اللہ بڑا وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

بعض اوقات عسرت و تنگدستی میاں بیوی میں تفرقی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح فقر و فاقہ اکثر اوقات کسی کنبے کے افراد کے باہمی تعلقات کو خراب کر دیتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے رشتہ محبت و مودت کو منقطع کر دے۔ عرب جاہلیت میں بعض والدین تنگدستی و محتاجی کے ہاتھوں مجبور ہو کر یا آنے والی تنگ دستی کے خوف سے اپنے جگر گوشوں کو مار ڈالتے تھے۔ قرآن مجید نے ایسے والدین کی پُر زور مذمت کی ہے اور بڑے بلیغ انداز میں اُن کو تنبیہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ۔ (الانعام: ۱۵۱)	اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم ہی رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو۔
(۲) وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا۔ (بنی اسرائیل: ۳۱)	اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو ڈر کر مفلسی سے ہم ہی رزق دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ اولاد کو شرکِ اکبر کے بعد سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے

فرمایا "یہ کہ تو کسی اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے پیدا اُس نے کیا ہے۔" پوچھا گیا "پھر کون سا؟" آپ نے فرمایا "یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے انسانی کردار پر معاشی عوامل کے اثر کو تسلیم کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ عوامل بعض اوقات انسان کے فطری جذبات سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کر دیتا ہے وہ معاشی بدحالی کے زیر اثر شفقتِ پدری کے جذبے کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر ایسی مثالیں بہت کم ہیں جو ہر جگہ ہر زمانے اور حالات میں ہر شخص کے کردار کا معیار و مقیاس قرار نہیں دی جا سکتیں۔ بلاشبہ انسانی کردار کے اچھے یا بُرا ہونے میں بعض دوسرے عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً نفسیاتی، دینی، اخلاقی اور اجتماعی عوامل۔ مگر یہاں ہمارے پیش نظر صرف وہ عامل ہے جو انسان کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ محض جہالت اور بیوقوفی سے اپنی اولاد کو قتل کر دے۔

سب سے بڑھ کر فقر و فاقہ سوسائٹی کے امن و سلامتی کے لیے خطرناک ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ "میں حیران ہوں کہ جس شخص کے گھر میں کھانے کے لیے خوراک نہیں وہ کس طرح اپنی تلوار سونت کر لوگوں کے خلاف نکل کھڑا نہیں ہوگا۔" آدمی فقر و فاقہ پر اس وقت تو صبر کر لیتا ہے جب یہ سائلِ رزق کی کمی اور افراد کی زیادتی سے پیدا ہو گئی ہو۔ مگر جب اس کا سبب وسائل رزق کی غلط تقسیم، اور مالداروں کی غریب طبقہ پر ظلم و زیادتی ہو اور سوسائٹی میں اکثریت کے مفاد کو نظر انداز کر کے اقلیت گلچھرے اڑا رہی ہو تو پھر غریب طبقہ میں فقر و فاقہ کے باعث اضطراب و اشتعال پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی اخوّت و محبّت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

فقر و تنگ دستی کسی قوم کی قیادت و سیادت اور اُس کی آزادی و استقلال کے لیے بھی صد درجہ خطرناک ہے۔ ایک تنگ دست و بدحال شخص کے دل میں اپنے وطن و قوم کے دفاع کا جوش و جذبہ بالکل پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا وطن اس کی بھوک دُور نہیں کرتا اور اُس کی قوم اُسے بدحالی و غربت سے نکالنے میں دستِ تعاون نہیں بڑھاتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دفاعِ قوم و وطن کا فرض تو ایک غریب آدمی پر عائد کیا جائے۔ اور عیش و تنعم کی زندگی کچھ دوسرے لوگ بسر کریں؟

علاوہ ازیں فقر و فاقہ انسان کی جسمانی صحت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہو کر اس کے مزاج میں تنگ دلی، چڑچڑاپن اور غم و غصہ پیدا کر دیتا ہے جو اس کی قوتِ کارکردگی کر کے اُسے معاشی طور پر کمزور کر دیتے ہیں۔ (باقی)

تفہیم القرآن کے اجزا البقرہ، المائدہ، یوسف، النّور اور الاحزاب کے بعد اسلامیات کے طالب علموں کی سہولت کی خاطر

تفسیر سورہ حُجُرات

بھی علیحدہ کتابی صورت میں شائع کی جا رہی ہے

صفحات: ۵۶ سائز ۱۸×۲۳/۸

کاغذ سفید — قیمت ایک روپیہ ۷۵ پیسے

شائع کردہ

ادارۂ ترجمان القرآن

۵-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

سے طلب فرمائیں